سیّد نواب صدیق حسن خاں ــــــ اور خدمتِ حدیث

جناب عبدالرشید عراقی صاحب

حضرت نواب صاحب ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ بانس بریلی میں پیدا ہوئے ۔ بانس بریلی آپ کا ننہال تھا ۔ مگر آپ کی جائے سکونت قنوج ہے ۔ آپ کا تعلق حسینی سادات سے ہے ۔ اور سلسلۂ نصب ۳۲ واسطوں سے جناب سیّد البشر رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچتا ہے ۔

سیّد اولاد حسن قنوجی

آپ کے والد ماجد سیّد اولاد حسن قنوجی (م ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۸ء) اپنے وقت کے ممتاز اور جیّد عالم تھے ۔ مولانا سیّد اولاد حسن ابتدا میں شیعہ تھے ۔ مگر مولوی رستم علی بن ملّا اصغر قنوجی کی تبلیغ سے شیعیت سے توبہ کی اور اس کے بعد لکھنؤ میں مرزا حسن علی محدث اور دہلی میں شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی (م ۱۲۴۹ھ) اور حضرت شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ) سے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی ۔ اس کے بعد مجاہد فی سبیل اللہ حضرت سیّد احمد شہید بریلوی (م ۱۲۴۶ھ) سے بیعت کر لی ۔ سیّد صاحب نے آپ کو خلافت کے خلعت سے نوازا ۔ مولانا شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز کے علاوہ مولانا شاہ عبدالقادر (م ۱۲۴۳ھ) سے بھی استفادہ کیا ۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے آپ کی والہانہ محبت تھی اور سیّد احمد بھی آپ سے والہانہ محبت رکھتے تھے ۔

آپ نے قنوج میں توحید و سنّت کی بہت زیادہ تبلیغ کی، اور آپ کی تبلیغ سے عقائد و اعمال کی بڑی اصلاح ہوئی ۔ قنوج کی کثیر آبادی متبعِ سنّت ہو گئی ۔

تورّع و استغنا میں سلف کا نمونہ تھے ۔ اسی تقویٰ و احتیاط کی بنا پر والد کی عظیم الشان جائداد چھوڑ دی ۔ ایک مرتبہ سیّد صاحب نے فرمایا کہ :-

"سید برادر! شما اموالِ کثیرِ والد خود کہ حسابش بہ لکوک می رسد چرا گذاشتید، امروز آں زرِ بسیار اگر بدست شما می بود بکارِ مسلمانان می آمد"۔

مولانا نے جواب دیا:۔

"خود م گذاشتم۔ پدرم شیعی بود و مال بسیار فراہم آوردہ و عمارتِ بسیار برائے نام آوری بنیاد نہادہ۔ ندانم کہ از وجہ حلال است یا حرام۔ اگر حرام است خود گرفتنی نیست و اگر حلال است حق تعالیٰ مرا عوضِ آں دولتِ علم بخشیدہ، از اں مستغنی فرمودہ است۔ سہ

فان المال یفنی عن قریب
وان العلم یبقی لا یزال

بلکہ گمانِ کراہیت و حرمت قوی است، زیرا کہ ہر کہ در دینِ خود امین و نافذ نباشد، در امرِ دنیا از وجہ امانت خیزد۔"

(کاروانِ ایمان و عزیمت۔ از مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ ص ۸۷)

سید اولاد حسن نے تبلیغ کے ساتھ تصانیف کا شغل بھی جاری رکھا۔ آپ کی تصانیف کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ الاختصاص، بیان الحدود و القصاص (عربی)۔ (۲) تقویۃ الیقین برد المشرکین۔ (۳) نور العرفا من مرآۃ الصفا (فقہ)۔ (۴) راہ جنت (شرح چہل حدیث) فارسی نظم۔ (۵) رسالہ در معنی کلمۂ توحید۔ (۶) فتویٰ ردِّ تعزیہ۔ (۷) رسالہ در بیان ما اُہل بہ لغیر اللہ (پڑھا نہیں جا سکا) (۸) ترجمہ حبل المتین۔ (۹) القول المتین فی حقوق الخلق اجمعین۔ (۱۰) رسالہ در بیانِ آدابِ وعظ۔ (۱۱) رسالہ در بیان بیعت و انواع و حقائق آں۔ (۱۲) ہدایت المومنین (در ردِّ تعزیہ) یہ تمام کتابیں فارسی میں ہیں۔ اردو رد بدعت راہِ سنت منظوم و رسالہ در منعِ افروختنِ چراغاں بر قبور (تراجم علمائے حدیث ہند۔ جلد اول۔ مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی۔ ص ۲۷۳)

۱۲۵۳ھ میں قنوج میں انتقال کیا۔ حضرت نواب صدیق حسن خاں اُس وقت ۵ سال کے تھے۔

ابتدائی تعلیم! آپ نے ابتدائی تعلیم میزان منشعب سے لے کر شرح تہذیب اور مختصر معانی اپنے

برادر بزرگ مولانا سید احمد حسن عرشی (م ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۱ء) سے پڑھے[1]۔ سید احمد علی (فرخ آبادی) جو آپ کے والد کے مریدوں میں سے تھے، فرخ آباد لے گئے۔ اُن کے زیر سایہ کافیہ اور شرح جامی مولوی محمد حسین شاہ جہان پوری سے اور قطبی، میر قطبی، افق المبین، درمختار، مشکوٰۃ المصابیح دوسرے اساتذہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد کان پور پہنچے وہاں ملّا محمد مراد بخاری اور مولوی محمد محب اللہ پانی پتی سے بھی استفادہ کیا۔ کان پور میں آپ کا جانا آپ کے والد ماجد کی شہرت کی وجہ سے ہوا۔ اور یہ عقیدت آپ کے والد ماجد کے حضرت سید احمد بریلوی[2] شہید کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے تھی۔

دہلی میں ۱۲۶۹ھ میں تکمیلِ تعلیم کے سلسلے میں دہلی پہنچے۔ اور صدر الافاضل علامہ صدر الدین

---

[1] مولانا سید احمد حسن ۹ رمضان ۱۲۴۶ھ کو قنوج میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قنوج میں حاصل کی۔ اس کے بعد تکمیلِ تعلیم کان پور، فرخ آباد، بریلی اور علی گڑھ میں ہوئی۔

مولانا احمد حسن جملہ علوم نقلی و عقلی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ عمل بالسنۃ کے بڑے شیدائی تھے اور اس کا ثبوت آپ کی کتاب "شہابِ ثاقب" سے ملتا ہے جس میں آپ نے تقلید کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اُردو میں مرزا غالب سے مشورۂ سخن حاصل تھا۔

ہمیشہ زیارۃ الحرمین کا شوق رہا۔ تیسری مرتبہ بالارادہ حج روانہ ہوئے تو ریاست بڑودہ میں مولوی غلام حسین بن مولوی رستم علی قنوجی کے مکان پر اُترے۔ اور تپ اسہالی میں مبتلا ہو کر بہ سال ۱۲۷۷ھ سفر آخرت اختیار کیا اور وہیں بڑودہ میں دفن ہوئے۔

(تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۷۶)

[2] حضرت سید احمد شہید پر لکھنا میرے جیسے کم علم کی کیا جرأت ہو سکتی ہے۔ ان پر ضخیم کتابیں تیار ہو چکی ہیں۔ سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر (م ۱۹۷۱ء) اور سیرۃ سید احمد شہید از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دام مجدہٗ

آزردہ دہلوی[1] (م ۱۲۸۵ھ) کی خدمت میں ایک سال آٹھ ماہ تک حاضر رہ کر آپ سے یہ کتابیں پڑھیں :-

مختصر معانی (تا آخر) شرحِ وقایہ (عبادات تک) ہدایہ (معاملات تک) توضیح و تلویح قطبی و میر قطبی (تمام) سلم العلوم، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، صدرہ (الی مالیعم الاجسام) شمس بازغہ، میر زاہد، میر زاہد شرح مواقف (الی بحث الوجوہ) میر زاہد (رسالہ الی المذہب المنصور) حاشیہ ملا عبد العلی بحر العلوم بر رسالہ میر زاہد (درس تک)، ملا جلالی شرح مطالع (سماعۃً) تحریر اقلیدس مقالہ اوّل مقامات حریری، مقامات ہندی (چند مقالہ سماعۃً) دیوان (لفظ پڑھا نہیں جا سکا) (لبعض حصص) دیوان متنبی (بقدر نصف) سبعۂ معلقہ، شرح عقائد نسفی، تفسیر بیضاوی (آخر سورہ بقرہ تک) الجامع الصحیح ۴ پارے قراءۃً باقی کتاب سماعۃً۔

حدیث کی تعلیم حضرت نواب صاحب نے حدیث کی تعلیم و سند و اجازہ حدیث ان حضرات سے حاصل کی شیخ زین العابدین (ابن محسن بن محمد السبعی الانصاری، شیخ عبد الحق محدث بنارسی[2] (م ۱۲۸۶ھ) تلمیذ قاضی شوکانی

[1] حضرت علامہ مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی جامع کمالات تھے۔ تمام علوم صرف، نحو، منطق، حکمت، ریاضیات، معانی، بیان، ادب، انشاء، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علومِ نقلیہ فقہ، حدیث، حضرت شاہ عبد العزیز آپ کے برادران سے پڑھی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۳ھ) سے بھی استفادہ کیا۔ مولانا صدر الدین بڑے صاحب وجاہت و ریاضت اور اپنے زمانہ میں یگانۂ روزگار اور نادرۂ عصر تھے۔ قوتِ حافظہ، حسنِ تحریر و متانت تقریر، فصاحت بیان اور بلاغت معانی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے ۸۱ سال کی عمر میں ۲۴ ربیع الاوّل ۱۲۸۵ھ کو انتقال کیا۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد ۴)

[2] مولانا عبد الحق بنارسی ایک جیّد عالم تھے۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی (م ۱۲۴۳ھ) کے شاگرد رشید تھے اور حضرت شاہ اسماعیل الشہید (م ۱۲۴۶ھ) آپ کے ہم سبق تھے۔ امیر المومنین حضرت السید احمد شہید بریلوی (م ۱۲۴۶ھ) اور حضرت شاہ اسماعیل الشہید کے ساتھ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف اندوز ہوئے دہلی سے تکمیل کے بعد یمن جا کر امام محمد شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) سے حدیث پڑھی۔ اور سند و اجازہ بہ نفسہ امام شوکانی نے انہیں عطا کی۔ اور سند کا نام "اتحاف الاکابر بالاسناد الدفاتر" ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

یمنی (م ۱۲۵۰ھ)، شیخ یحییٰ بن محمد بن احمد بن حسن الکاظمی، (قاضی عدن)، علامہ سید نعمان خیر الدین آلوسی زادہ (مفتی بغداد) اور قاضی شیخ حسین عرب یمنی[1] اور حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی[2] مہاجر مکی (م ۱۲۸۳ھ) سے بذریعہ خطوط استفادہ کیا۔

تکمیلِ تعلیم کے بعد حضرت نواب صاحب ۲۱ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۸ ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ (۱۱ مارچ ۱۸۸۰ء) کو انتقال کیا۔ (تراجم علمائے ہند)

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] شیخ حسین بن محسن کا شمار علمائے حدیث کے ممتاز علماء میں ہوتا تھا۔ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ آپ نے اشاعتِ حدیث میں جو کردار ادا کیا ہے، وہ تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ زمانہ قیامِ بھوپال میں آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے، اُن کی جھلک مولینا علی ندوی کے ہاں دیکھی جا سکتی ہے:۔

"شیخ حسین بن محسن کا وجود اور اُن کا درس حدیث ایک نعمتِ خداوندی تھا، جس سے ہندوستان اُس وقت بلادِ مغرب و یمن کا ہمسر بنا ہوا تھا۔ شیخ حسین بہ یک واسطہ علامہ محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار کے شاگرد تھے۔ فتح الباری ۱۳ جلد اور ایک مقدمہ (کل ۱۴) شیخ صاحب کو حفظ تھی۔ وہ ہندوستان آئے تو علماء و فضلاء نے پروانہ وار ہجوم کیا۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔"

(تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ص ۱۴۴)

[2] مولانا شاہ محمد یعقوب (م ۱۲۸۳ھ) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) کے نواسے تھے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) کے چھوٹے بھائی تھے۔ مولانا شاہ عبد العزیز کے شاگرد تھے۔ امیر المومنین السید احمد شہید کی بیعت سے مشرف تھے۔ جب تک دہلی میں مقیم رہے تدریس فرمائی۔ آخر مکہ معظمہ ہجرت فرمائی تو وہاں یہی مشغلہ جاری رکھا۔ ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ (۱۳ اپریل ۱۸۶۷ء) مکہ معظمہ میں رحلت فرمائی۔

(تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۲۱)

دہلی سے واپس وطن قنوج پہنچے ۔ مگر یہاں قنوج میں زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے، اس لیے کہ ذریعہ معاش کی کوئی صورت نظر نہ آئی ۔ چنانچہ " فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ " کے مطابق رختِ سفر باندھا ۔ اور بھوپال تشریف لے گئے ۔ جہاں کی علم پروری کا غلغلہ ہر سو بلند تھا ۔ مگر آپ نو وارد تھے اور نو وارد کا کون یار و مددگار ہو سکتا ہے ۔ مگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کا مسبب الاسباب ہے ۔ اُس نے ہر ایک کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے ۔ چنانچہ آپ نے مولانا محمد جمال الدین کو، جو اُس وقت مدار المہام کے اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے ۔ ملازمت کے لیے درخواست دی ؟ اور مولانا علی عباس چڑیا کوٹی[۱] جو ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے، کی سفارش سے ۳۰ روپیہ ماہانہ پر ملازمت مل گئی ۔ مگر یہ ملازمت زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی، اس لیے کہ مولانا علی عباس چڑیا کوٹی سے حقہ نوشی پر بحث ہو گئی اور آخر یہ بحث آپ کی ملازمت کی معزولی کا سبب بن گئی ۔ آپ کی یہ ملازمت تقریباً ایک سال رہی ۔

معزولی کے بعد دوبارہ وطن قنوج آئے اور ہنوز سلسلۂ معاش کی فکر میں تھے کہ ۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ھ) کا ہنگامہ رونما ہوا ، جس کی زد میں قنوج بھی آگیا اور اس سے آپ کا خاندان بھی متاثر ہوا ۔ چنانچہ آپ نے قنوج کو خیر باد کہا اور بلگرام میں سکونت اختیار کر لی ۔

دوسری مرتبہ بھوپال میں

جب ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ سرد ہوا تو نواب سکندر جہاں صاحب نے از خود فرمانِ طلبی بھیجا ۔ مگر موسم کی ناہمواری کے ہاتھوں آپ دیر سے بھوپال پہنچے ۔ معاندین کو پورا موقع مل گیا اور حکم منسوخ ہو گیا ۔ اور یہ شعر پڑھتے ہوئے لوٹے ۔

---

[۱] مولانا علی عباس بن شیخ امام علی ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے ۔ اپنے چچا مولانا احمد علی چڑیا کوٹی (م ۱۲۷۲ھ) اور مولانا ابوالحسن منطقی (م ۱۲۹۳ھ) سے علوم و فنون کی تحصیل کی ۔ قدرت نے حفظ کی دولت سے حصہ وافر فرمایا تھا ۔ اس لیے کتب درسیہ وغیرہ کے اکثر اہم مسائل ذہن کی گرفت میں آ گئے ۔ چنانچہ درس نظامیہ کی اکثر کتابیں حواشی و شرح کی جانب مراجعت کے بغیر نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے ۔ ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں انتقال کیا ۔

(تذکرہ علمائے ہند ص ۱۴۴ ۔ تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ص ۲۲۷)

ما ز بھوپال گذشتیم تو دل ساختن[1]
قفل بر در مزن و خار بہ دیوار مَنہ

یہ واقعہ ۱۹ ربیع الاوّل ۱۲۷۵ھ کا ہے۔

آپ بارادہ قنوج براستہ ٹونک پہنچے۔ ٹونک میں آپ کو ملازمت کی پیش کش ہوئی، آپ نے منظور فرمائی۔ مگر ۴ ماہ کے قیام سے ہی دل برداشتہ ہو گئے۔ اور رخصت لے کر قنوج جانے والے تھے کہ دوبارہ بھوپال طلبی ہوئی۔

تیسری مرتبہ بھوپال میں

۱۲۷۶ھ میں تیسری بار بھوپال پہنچے اور ۵۰ روپے ماہوار مشاہرہ پہ ملازمت مل گئی۔ اور تاریخ نگاری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ اب حضرت نواب صاحب کے دن پھرے۔ بدرالمہام منشی محمد جمال الدین کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ترقی کے منازل طے کرنے لگے۔ انہی دنوں نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اور نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ سریر آرائے سلطنت ہوئیں، جو بیوہ ہو چکی تھیں۔ بیگم صاحبہ، نواب صاحب کی قابلیت سے متاثر تھیں، اس لیے ان کو شریک اُمورِ سلطنت بنایا ساتھ ہی نواب صاحب سے نکاح کر لیا۔ اس کی وجہ سے آپ دین و دُنیا کے اعلیٰ مراتب پہ فائز ہوئے۔

(باقی)

---

[1] مصرع اول درست نہیں ہے (مدیر)

تحریکِ اسلامی کا جملہ لٹریچر حاصل کرنے کے لیے رجوع کریں
پین اسلامک پبلشرز ۱۳/۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور